اہل شام سے ہمدردی کے دعویدار مسلم ممالک اپنے اپنے مسائل میں الجھے ہوئے بیانات پر اکتفا کر رہے ہیں۔ یہ ممالک احساس کمتری کے شکار ہو کر ٹھوس عملی اقدام اٹھانے کی توفیق سے محروم ہیں اور اقوام متحدہ، امریکہ اور حقوقِ انسانی کی تنظیموں سے امن قائم کرانے کی امیدیں وابستہ کیے "ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا" ہیں۔ شام کے مظلوم مسلمان بزبانِ حال کہتے ہیں:

"خاک ہو جائیں گے ہم ان کو خبر ہونے تک"

اہل اسلام کو چاہیے کہ اپنے بھائیوں کو عالمی استعمار کی چکی تلے پسنے سے بچانے کے لیے فرامین الٰہیہ اور احادیث نبویہ کے احکام پر لبیک کہتے ہوئے شرعی اصولوں کے مطابق "جہاد فی سبیل اللہ" کا پاکیزہ سلسلہ قائم کریں۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو اپنے حصے کے فرائض بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔

اسلامی ممالک کو چاہیے کہ شامی حریت پسندوں پر ظلم وستم ڈھانے والوں کے ساتھ اقتصادی وتجارتی تعلقات کاٹ دیں۔ اخوت اسلامی کا احساس رکھنے والے مسلمانوں کو چاہیے کہ شامی مظلوم بھائیوں کے لیے قائم امدادی پروگراموں میں بھرپور تعاون کریں اور اپنے تمام مظلوم ہم عقیدہ بھائیوں کے حق میں پر خلوص دعائیں جاری رکھیں۔

[O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O][O]

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

(فصلت ۳۷) مصر، بھارت، یورپ اور امریکہ کی بعض ثقافتوں میں سورج کی پوجا ہوتی تھی۔

Aztec دین میں سورج دیوتاؤں کی طرف سے وسیع پیمانے پر انسانی قربانیوں کا مطالبہ ہوتا تھا۔

جاپان میں سورج دیوی کو دنیا کی عظیم حکمران تسلیم کیا جاتا تھا۔

وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ (النمل ۲۴)

معلوم ہوا کہ یمن میں بھی سورج کی پرستش ہوتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر رحم کرتے ہوئے اپنے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ذریعے انہیں عقیدہ توحید کی رہنمائی فرمائی۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح البخاری

شیخ الحدیث عبدالواحد عبداللہ — تدوین وتقدیم: ابو محمد

امام **محمد** بن اسمعیل بن ابراہیم بن مغیرة بن بَردِزْبَہ الجعفی البخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴ھ میں خراسان کے علاقے بخاریٰ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔ والد مرحوم بڑے زمیندار تھے، وراثت میں ایک درھم بھی شبہ والا نہ تھا۔ والدہ ماجدہ نے تربیت کا اہتمام کیا۔

مُحَمَّد بْن الْفَضْلِ الْبَلْخِي نے بیان کیا: **ذَهَبَتْ عَيْنَا مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ فِي صِغَرِهِ فَرَأَتْ وَالِدَتُهُ فِي الْمَنَامِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهَا: يَا هَذِهِ قَدْ رَدَّ اللَّهُ عَلَى ابْنِكِ بَصَرَهُ لِكَثْرَةِ بُكَائِكِ أَوْ كَثْرَةِ دُعَائِكِ، فَأَصْبَحْنَا وَقَدْ رَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ بَصَرَهُ.** [کرامات الاولیاء للالکائی ج۹ ص۲۹۰]

امام بخاری کہتے ہیں: اُلهِمْتُ حفظَ الحديثِ وانا فی الكُتّابِ۔ امام داخلی نے ایک علمی مجلس میں بیان کیا: حدثنا سفيانُ عنْ ابی الزبيرِ عنْ ابراہيمَ۔ ۔ قلتُ: يا استاذُ ابوالزبير لم يروِ عن ابراهيمَ۔ فانتہرنی۔ فقلت: ارجعْ الی الاصلِ ان كانَ عندكَ، فنظرَ فی اصلِہ ثم قالَ: كيف هو؟ قال البخاریُّ: هو الزبيرُ بنُ عدیٍّ عنْ ابراهيمَ۔ فاصلحَ كتابَہ وقال: صدقتَ۔ سُئلَ البخاریَ: كم كانَ عمرُكَ اذ رددتَ عليہِ؟ قال: ابنُ احدی عشرةَ سنةً۔ فلما طعنتُ فی السادسِ عشرَ حفظتُ كتبَ ابنِ المباركِ ووكيعِ وعرفتُ كلامَ هولاءِ (يعنی اصحاب الرایِ) ولما بلغتُ الثامنَ عشرَ كتبتُ قضايا الصحابةِ والتاريخَ الكبيرَ۔ اس تاریخ کے تمام راویوں سے متعلق واقعات ہیں، لیکن اختصار کیا۔ **قال حاشر بن اسمعيل: كان البخاریُّ** يختلف الی مشائخ البصرة وكنا نكتب ولا يكتب۔ فلمناه بعد ستة عشر يوما۔ **فقال: قد اكثرتمْ عليَّ فاعرضوا عليَّ ما كتبتمْ۔** فاخرجنا فزاد علی خمسة عشر الف حديث۔ فقرأها كلّها عن ظهر قلبٍ، **حتی جعلنا نحكّمُ كتبَنا علی حفظه۔**

قال محمدُ بن يوسف الفريابیّ: حدثنا سفيانُ عن ابی عروةَ عن **ابی الخطابِ عن ابی حمزةَ، فلم يعرفْ احدٌ من فوقَ سفيانَ فقلتُ:** ابوعروةَ معمرُ بن راشدٍ، ابوالخطاب قتادةُ وابوحمزةَ انس بن مالكٍ۔

والد مرحوم کا سارا ترکہ طلب علم حدیث کی راہ میں خرچ کر دیا۔ آپ کھانا کم کھاتے تھے اور طلاب علم کے ساتھ خوب حسن سلوک کرتے تھے، سخاوت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔

ایک دفعہ بغداد تشریف لائے تو محدثین بغداد نے دس طلاب کو دس دس احادیث متن اور سند بدل کر دیا تھا۔ انہوں نے باری باری امام صاحب کے سامنے اپنی اپنی مقلوب المتن والسند احادیث پیش کیں۔آپ سن کر کہتے گئے: میں اسے نہیں جانتا۔ یہ سن کر عوام بددل ہونے لگے اور اہل علم آپ کی قابلیت کے قائل ہوگئے۔اس طرح پوری ایک سواحادیث سننے کے بعد امام صاحب پہلے طالب علم کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے بیان کیا: آپ نے پہلی حدیث میں یہ سند بیان کی، اس کی متن یوں ہے۔اور پہلی سند کے ساتھ جو متن پڑھا اس کی سند یوں ہے۔اس طرح آپ نے ہر حدیث کو اس کے سند سے اور ہر سند کو اس کے متن سے جوڑ دیا۔اس پر سارا علاقہ آپ کی امامت وفطانت پر رشک کرنے لگا۔

سمرقند میں ۴۰۰ علمائے حدیث نے شام کی سند کو عراق کے متن سے، یمن کی سند کو حجاز کے متن سے جوڑ کر امتحان لیا۔ جامع مسجد بصرہ میں اعلان ہوا: اے علمائے حدیث! محمد بن اسماعیل بخاری تشریف لائے ہیں۔آپ نحیف نوجوان تھے۔ دوسرے دن پھر یہ اعلان ہوا۔ طلبائے علم جمع ہوئے تو فرمایا: اے اہل بصرہ! آپ لوگوں کے پاس یہ حدیث اس سند کے ساتھ ہے، اور آپ لوگوں کے پاس ان اسانید کے ساتھ نہیں ہے۔

احمد بن حمدون نے ایک جنازے میں دیکھا کہ امام محمد بن یحیٰی الذھلی امام بخاری سے علل حدیث پوچھ رہے ہیں۔اور آپ انہیں ایسے فرفر سنا رہے ہیں جیسے سورۃ الاخلاص پڑھ رہے ہوں۔

حاشر بن اسماعیل نے کہا: میں نے امام بخاری کو اسحاق ابن راھویہ کے ساتھ منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔اسحاق حدیث بیان کر رہا تھا، ایک حدیث پر امام بخاری نے اعتراض کیا۔امام اسحاق نے بات قبول کی، پھر کہا: اے جماعت محدثین! اس نوجوان کو دیکھو، اگر حضرت حسن بصری بھی بقید حیات ہوتے تو اس کے محتاج ہوتے۔

قتیبہ بن سعید' امام بخاری کے اساتذہ میں سے پہلے طبقے میں شامل ہے۔انہوں نے مکی بن ابراھیم، عاصم النبیل جیسے ثقہ راویوں سے علم حاصل کیا۔قتیبہ کہتے ہیں: میں نے بہت سے عابدوں اور زاھدوں کی صحبت اختیار کی، لیکن امام بخاری سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔آپ اپنے زمانے میں ایسی حیثیت رکھتے تھے جیسے صحابہ کرام میں حضرت عمر فاروق۔اگر امام بخاری صحابہ میں سے ہوتے تو ضرور بڑی نشانی شمار ہوتے۔

ایک دفعہ قتیبہ بن سعید سے طلاق سکران کا مسئلہ پوچھا گیا، اتنے میں امام بخاری داخل ہوئے۔انہیں دیکھ کر قتیبہ نے کہا: هذا اسحاقُ ابن راهويه وعليُّ بن المديني واحمدُ ابن حنبلٍ قد ساقهم اللهُ اليكم فاسئلوهُ۔ امام بخاری کہتے ہیں:

میں اسحاق کی مجلس میں تھا، ان سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے بھول کر طلاق دی۔ امام اسحاق دیر تک خاموشی سے سوچتے رہے۔ امام بخاری نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسہا'' انما یراد بہذہ الامور الثلاث عمل القلب۔ فانہ لم ینو بقلبہ شیئا۔ فقال: قوّیتنی قوّاک اللہ، وافتی بہ۔

تالیف الجامع الصحیح: امام بخاری کہتے ہیں: امام اسحاقؒ نے **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** (الحجر ۹) کے تحت کہا: لو جمعتم کتابًا مختصرًا لصحیح سنۃ رسول اللہ ﷺ، فوقع ذلک فی قلبی۔ پھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ اللہ کے نبی ﷺ سے گرد و غبار ہٹا رہا ہوں۔ اس کی تعبیر کی گئی: انت تذبُّ عنہ الکذب۔ محمد بن حاتم الوراق نے خواب دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں اور امام بخاری آپ کے پیچھے پیچھے ہیں۔ کلما رفع قدمًا وضع البخاریؒ قدمہ فیہ۔

آپ کہتے ہیں: کنتُ اتناول حشیش الارض گھاس پھوس کھاتے ہوئے تین دن گزرے۔ پھر کسی نے درہم و دینار کا تھیلا دے دیا، تو طلبائے علم میں تقسیم کر دیا۔ آپ ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو حکیم نے دیکھ کر کے کہا: آپ سالن استعمال نہیں کرتے؟ آپ نے جواب دیا: میں نے چالیس سال سے سالن نہیں کھایا۔

فرمایا: میں نے اس کتاب کو اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان حجت بنایا ہے۔ التزمتُ فیہ الصحۃ فی اصل موضوع الکتاب۔ ما ادخلتُ فیہ الا ما صحّ، وترکتُ من الصحاح خشیۃ الاطالۃ۔

علمائے امت اسلامیہ نے اتفاق کیا ہے: اولُ کتابٍ فی صحیح الاحادیث صحیحُ البخاریّ، ثم صحیحُ مسلمٍ۔ وھو اصحُّ الکتبِ بعد کتابِ اللہِ۔

شروط الصحۃ: حدیث مشہور جس کے ناقل بالاتفاق ثقہ ہوں، صحابی تک مشہور ہوں۔ ثقات کے آپس میں اختلاف نہ ہو۔ دو راوی ہوں تو بہتر، ورنہ ایک بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ عدالت، صحت اعتقاد اور حفظ میں مستحکم ہو۔ قلیل الوہم ہونا ضروری ہے۔ مثلاً محمد بن مسلم الزہری کے پانچ طبقات میں سے پہلا طبقہ طویل مرحہ ملازمت والوں کا ہے۔ ان سے بکثرت روایت لی ہے۔ دوسرا طبقہ ثقہ مگر قلیل الملازمت ہے، اس طبقے سے بھی روایت لیتا ہے۔

حدیث کی علتیں بھی بیان کرتا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: حدّثنا الحجّاج بْنُ مُحمّدٍ، قال قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّم: "مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ، فقال قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ

ذَلِكَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ،أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ،أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذَلِكَ" (الترمذي۳٤۳۳)امام مسلم نے کہا:یا ابا عبدِ الله هل مثلُ هذا في الدنيا؟ قال البخاري: إن كانَ لديكَ فاكتبْ: عن موسي بن عقبةَ عن عونِ بن عبدالله قولَه. ابو زرعة الرازي عن احمدَ ابنِ حنبل عن ابنِ جريج عن موسي بن عقبة مرفوعا(مرجوح) وهيبٌ عن موسي بن عقبة موقوفا(راجح لطولِ الملازمةِ) قال البخاري: فانّا لا نعلم لموسي بن عقبة سماعا مِن سهيل.

علل حدیث اس فن کا اہم ترین شعبہ ہے۔زر مبادلہ کا لین دین کرنے والے سونے چاندی اور کرنسی نوٹوں کو پہچان سکتے ہیں،الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔اسی طرح ماہرین فن حدیث کی علتوں کو پہچانتے ہیں۔

حدیث معنعن میں جمہور کے نزدیک معاصرت اور عدم تدلیس کافی ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم ازکم ایک بار ملاقات کا ثبوت بھی ضروری ہے۔اسی لیے صحیح بخاری میں کبھی حدیث معنعن آتا ہے تو دوسری حدیث میں سماع ہوتا ہے،اگرچہ وہ حدیث باب سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ} [الأنبياء: ٤٧] ، وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوزَنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ:"القُسْطَاسُ: العَدْلُ بِالرُّومِيَّةِ" وَيُقَالُ:"القِسْطُ:مَصْدَرُ المُقْسِطِ وَهُوَ العَادِلُ، وَأَمَّا القَاسِطُ فَهُوَ الجَائِرُ"

٧٥٦٣ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ القَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَالِه وَسَلَّمَ:

"كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي المِيزَانِ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ العَظِيمِ"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کا آغاز كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ سے کیا۔پہلی حدیث یہ بیان کی: عَن عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ،يَقُولُ:سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى المِنْبَرِقَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:«إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا،أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ»

محمد بن فضیل کو عجلی اور یحیٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔امام احمد کا استاد تھا۔اسے شیعہ کہا گیا ہے، داعی نہ تھا۔اور کہتا تھا: رحمَ اللهُ عُثمانَ ولمْ يرحمْ مَن لا يَدعو لِعثمانَ.

امام بخاری نے کتاب بدء الوحی میں یہ آیت پیش کی: **اللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ** (الحج ۷۵) اس میں اشارہ ہے کہ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو حسن نیت کی بدولت رسالت کے لیے منتخب فرمایا گیا۔ دوسرا اشارہ یہ ہے کہ میری یہ خدمت پر خلوص ہے تو اس کا اجر پاوں گا۔ حدیث کے پہلے حصے "**فمَن كانتْ هجرته الى اللّٰهِ ورسولِه فهجرته الى اللّٰهِ ورسولِه** کا ذکر **فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ** (النجم ۳۲) کی پاسداری میں نہیں کیا۔

صحیح البخاری کی آخری کتاب التوحیـــد ہے۔ کیونکہ عقیدہ توحید ہی اخروی کامیابی کی بنیاد ہے۔ پھر بندوں کے اعمال میں وزن بھی نیت کے لحاظ سے ہوگا۔

موازین میزان کی جمع ہے۔ موازین ہر فرد کے لیے الگ ہوں گے، یا تولے جانے والے اعمال کی کثرت کی بنا پر جمع کا صیغہ لایا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جمع تعظیم و تفخیم کے لیے ہے۔ **وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۸) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ** (الاعراف ۹) القسطاس رومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں۔قسطَ يقسِطُ قَسْطًا، اَقْسطَ يُقْسِطُ اِقْسَاطًا: ہر ایک کو اس کا حصہ دینا، یہی عدل ہے۔ موازین القسط :قسط مصدر ہے۔ وہ جمع کی صفت ہو سکتا ہے۔ بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ میزان سے مراد عدل وانصاف ہے۔ اہل سنت کے نزدیک حقیقی ترازو ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: **اثقل شيئ في الميزان حسن الخلق.** وزن کے بغیر ستر ہزار خوش قسمت ترین لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ پل صراط پر تیز بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ خالص بدکار کافروں کے اعمال کا وزن نہیں ہوگا۔ **وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ** (الاعراف ۱۰۳، المومنون ۹) کافر کی کوئی مخلصانہ نیکی ہو تو اس سے عذاب میں کچھ تخفیف ہو سکتی ہے۔

كلمة: لغوی معنی ہیں: کلام، حبيبتان: جن کا کہنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو۔ رحمان: وسعت رحمت کی طرف اشارہ ہے۔ کلمتان: خبر ہے، حبيبتان، خفيفتان، ثقيلتان اوصاف ہیں۔ كلما طالَ الكلامُ فِي وصفِ